بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

از
قاضی اطہر مبارکپوری

دولتِ کویت کی وزارۃ الارشاد والانباء کی طرف ایک سرکاری ماہوار مجلہ (العربی) شائع ہوتا ہے جو شاید عربی زبان کا سب سے کثیر الشیوع رسالہ ہے۔ اس کے مدیر ایک مصری فاضل ڈاکٹر محمد زکی ہیں۔ اس کی آزاد روش کی وجہ سے بعض اوقات عوام میں گمراہی پھیل جاتی ہے، چنانچہ فروری ۱۹۶۶ء کے شیوع میں ایک مقالہ نگار نے صحیح بخاری کی احادیث کے بارے میں کلام کیا، اور لکھا کہ صحیح بخاری کی تمام حدیثیں صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے بہت سی حدیثیں اختراع پردازی اور منکرات کا مرقع ہیں، اس کے خلاف عرب ممالک کے تمام سنجیدہ اور ذمہ دار حلقوں نے احتجاج کیا ہے، سعودی عرب کے رسائل واخبارات نے جوابات لکھے، حکومتِ سعودیہ کی طرف سے پرچہ کا حصہ ضائع کیا گیا۔ مصر کے رسالوں اور عالموں نے رد لکھا۔ ایک مقالہ اس کے جواب میں خود "العربی" نے چھاپ کر اپنا دامن چھڑایا۔

منکرینِ حدیث کا سب سے پہلا نشانہ صحیح بخاری ہے جو مسلمانوں کے یہاں متفقہ طور پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی طرح ان کے اساتذہ مستشرقین اسے نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انکارِ حدیث کا پہلا جرثومہ غیر منقسم ہندوستان عبداللہ چکڑالوی اور اس کا حلقہ بعد میں حمدانی، نیاز، اسلم، پرویز، برق وغیرہ اس کے علمبردار بن کر آئے، مصر میں احمد امین اور دوسرے متجددین ومتفرنین نے انکارِ حدیث کا فیشن اختیار کیا۔ اور ان دونوں ملکوں کے منکرینِ حدیث کے اُستاد یورپ کے وہ مستشرقین ہیں جو اسلامیات کے محقق بن کر سامنے آئے ان میں گولڈ ضیہر اور شاخت زیادہ مشہور ہیں، جنہوں نے اپنے مفروضات ومزعومات کی بنیاد پر احادیث رسول میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی، اور ثابت کرنا چاہا کہ مسلمانوں نے اُموی دورِ خلافت میں احادیث کو وضع کیا اور شام میں حدیثیں بنائی گئیں، جہاں قدیم زمانہ سے بازنطینی اور رومی قوانین جاری تھے، مسلمانوں نے ان کے مقابلہ میں بتانا چاہا کہ اسلامی قوانین مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔

اوران کا ماخذ قرآن و حدیث ہے، عیسائیت نے علم و تحقیق کے نام پر اسلام اور مسلمانوں پر جو حملہ کیا اس کا پہلا نشانہ ہندوستان اور مصر کا یہی طبقہ بنا جس کے اکثر و بیشتر افراد دینی علوم اور عربی علوم سے یکسر نابلد اور اسلامی مطالعہ سے محروم ہیں، اور ان کا مبلغ علم مستشرقین کے یہی مزعومات اور مفوات اور انگریزی اور اردو تراجم ہیں۔ ان کے ساتھ شیعوں کے کچھ افراد مل گئے جو پس پردہ سنی احادیث و فقہ اور صحابہ کرام کی عدالت و ثقافت کو مجروح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ڈیڑھ، دوسو سال کی غلامی کے بعد مشرق کو آزادی ملی۔ جس کے نتیجہ میں مشرقی دنیا ایک عبوری دور سے گذر رہی ہے نئے نئے افکار و خیالات ابھر رہے ہیں۔ نئی نئی جماعتیں اور پارٹیاں جنم لے رہی ہیں۔ اور نئے نئے طرز و اسلوب زندگی میں پیدا ہو رہے ہیں

اس معاملہ میں عرب ممالک کا حال کئی اعتبار سے نہایت اہم اور قابلِ توجہ ہے۔ عرب ممالک آخری دور میں ترکی کے زوال پذیر اثرات کے ماتحت رہ کر زندگی کی بہت سی قدروں سے محروم رہے، اس پر استعماری اقتدار اور مغربی یلغار نے عربوں کو اور بھی تختۂ مشق بنایا، اور آج جب کہ ان کو آزادی ملی ہے ردِعمل کا شدید بحران برپا ہے، اور عرب ممالک میں طرح طرح کی انفرادی، اجتماعی، سیاسی، ملکی اور قومی خواہشیں ابھر رہی ہیں، اور وطنیت و قومیت کے فرسودہ اور خطرناک جذبہ کے ساتھ انفرادی اور شخصی غلط خواہشیں شدت سے ابھر رہی ہیں۔ اور ان سب کا رُخ مغربی تہذیب و تمدن کی طرف ہے، چنانچہ تقریباً پورے عرب ممالک میں نہایت غلط قسم کی زندگی ظہور میں آ رہی ہے۔ مصر و لبنان تو اس معاملے میں بدنام ہی ہیں، خود سعودی عرب بھی اب اس کی لپیٹ میں آ گیا ہے، خصوصیت سے شاہی انقلاب کے بعد سے یہاں کی زندگی مغربیت کے رنگ میں آنے کے لئے بیتاب معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال عرب کی چھوٹی سی مگر مالدار ترین دولت کویت کا حال ہے کہ یہاں دولت کی فراوانی نے غلط رُخ اختیار کیا ہے۔ سعودی عرب میں "ہیئۃ الامر بالمعروف والنہی عن المنکر" ادھر سالوں سے بے کیف و کم ہو رہا ہے۔ اور اس کی سرگرمیاں کھلے طور سے کم ہو رہی ہیں۔ حالانکہ اس وقت اس میں نئی توانائی اور نئے عزم و حوصلہ کی ضرورت تھی اور اسے بڑھ کر عوام میں کام کرنا چاہیئے تھا کویت میں عوامی برائیوں کی روک تھام کے لئے "جمیعۃ الاصلاح" کے نام سے ایک نئی انجمن بنی ہے۔ جو وہاں کے حالات کا مقابلہ کرنا چاہتی ہے، اور اب تک کئی ٹریکٹ شائع کر چکی ہے، اللہ تعالیٰ اس دور میں دینی اور اصلاحی کام نے والے افراد اور اداروں کی مدد فرماتے۔

معلوم ہوا کہ بوہرہ امام و پیشوا سیدنا محمد برہان الدین صاحب کی دعوت پر شیخ الازہر بمبئی تشریف لائے تھے۔ ان دنوں راقم سفرِ حج میں تھا، موصوف سورت اور رام پور بھی تشریف لے گئے، مگر دار العلوم دیوبند اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دوسرے اسلامی اداروں میں نہ جا سکے، پچھلے چند سالوں سے رمضان میں مصری قراء آیا کرتے تھے۔ مگر گذشتہ برس وہ نہ آسکے اور شیخ الازہر

خصوصی دعوت پر تشریف لائے اور ان کی سرگرمی محدود و مخصوص رہی، حالانکہ وہ یہاں کے مسلمانوں کے علمی اور دینی کارناموں کو دیکھتے تو خوش ہوتے کہ ہندوستان کے مسلمان کن حالات میں رہ کر کام کر رہے ہیں۔ مگر موصوف ... کے، ہمارے حالات دیکھنے نہ دیکھنے پر ہماری زندگی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، خود ان کو اور ان کے عوام کو یہاں کے مسلمان بھائیوں کے حالات معلوم ہوجاتے